# تحذیرالناس کی عبارت میں تاویل کا جواب

غزالئ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

استفسار

مکرمی و معظمی حضرت غزالئ زماں جناب علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بعد سلام مسنون، معروض خدمت عالیہ میں ہے کہ جو حوالہ تحذیرالناس، ص ۲۸ پر مرقوم ہے:

''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ الخ

اس کے مقابل عقیدہ اہل سنت جو کہ آپ کی تصنیف ''الحق المبین'' میں مرقوم ہے، ایک دیوبندی سے اس پر گفتگو ہوئی، اور اس نے اس میں یہ تاویل کی کی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا، اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی ہوں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا، جس طرح مشرکین شریک باری تعالیٰ مانتے تھے، لیکن ان کے ماننے سے الوہیت الٰہیہ میں کچھ فرق نہیں آتا تھا۔

بقول دیوبندی اس سے حضور کی فضیلت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جوابی الفافہ ارسال خدمت ہے کہ براہ نوازش مسلک کی بہتری کے پیش نظر تفصیلی جواب سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں، تا کہ دیوبندی کو مکمل جواب دیا جا سکے اور باقی عوام بھی مطمئن ہو سکیں۔

منہاج الحق۔ خریدار ماہنامہ السعید نمبر ۱۰۵۴

ناظم اعلیٰ جمعیۃ الطلباء مدرسہ اسرار العلوم حنفیہ، مری روڈ راولپنڈی

جواب

مولانا المکرّم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی!

عنایت نامہ پہنچا، جواباً عرض ہے کہ تحذیر کی عبارت میں جو تاویل کی گئی ہے وہ قطعاً باطل و مردود ہے۔

مؤوّل (تاویل کرنے والے) کی تاویل سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ صاحبِ تحذیر کی یہ تمام گفتگو اثر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحیح ماننے کی تقدیر پر ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر طبقۂ زمین میں انبیاء علیہم السلام موجود ہیں، اس مضمون پر یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی کا وجود کسی طبقۂ زمین میں حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی قرار پائے گا، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب تحذیر نے کہا :

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔

اس پوری تفصیل اور عبارت منقولہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد مؤوّل کی تاویل ملاحظہ فرمایئے، مؤوّل کہتا ہے :

"اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا"۔

چشم بدور، کیا نفیس توجیہہ کی گئی ہے! مؤوّل صاحب نے صاحبِ تحذیر کی عبارت کو خود اس کے مسلک کے معارض و منافی قرار دے دیا، صاحبِ تحذیر تو اثر عبداللہ بن عباس کو صحیح مان کر حضور ﷺ کے ماسوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے وجود کو طبقات زمین میں تسلیم کرتا ہے، حتیٰ کہ بـــل اضرابیہ لاکر زمانۂ نبوی کے بعد بھی نبی کا وجود فرض کر کے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آنے کا اقرار کر رہا ہے اور مؤوّل کہتا ہے کہ :

"حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا"۔

مؤوّل سے میں دریافت کرتا ہوں کہ تحذیر کی عبارت منقولہ بالا میں لفظ نبی سے جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے یا سچا نبی؟ اگر سچا نبی مراد ہے تو مؤوّل اس کے دعویٰ نبوت کو باطل کہہ کر منکر نبوت قرار پایا، اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے تو اس عبارت میں بالفرض کے کیا معنی ہوں گے؟ فرض تو ایسی چیز کو کیا جاتا ہے جو خلاف واقع ہو، اور ظاہر ہے کہ بعد زمانۂ نبوی ﷺ جھوٹے مدعیان نبوت کا بکثرت پیدا ہونا امر واقع ہے اسے بالفرض کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ تاویل مذکور باطل و مردود ہے، اور تحذیر کی اس عبارت کا مطلب یہی ہے کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق حضور ﷺ کے ماسوا زمین کے ساتوں طبقوں میں انبیاء علیہم السلام کا پایا جانا حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں بلکہ :

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔

تاویل مذکور کے ذیل میں جو مثال پیش کی گئی ہے وہ بھی غلط اور بے محل ہے، جس سے مؤوّل کی جہالت ثابت ہوتی ہے، وہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مشرکین شریک باری تعالیٰ کے وجود کو بالفرض نہیں مانتے تھے یعنی وہ محض فرضی شریک کے قائل نہ تھے، بلکہ اپنے زعم باطل میں واقعی شریک باری کے معتقد تھے، یہ صحیح ہے کہ خلافِ واقعہ اعتقاد سے واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، اگر کوئی شخص دن کو رات کہہ دے تو دن کی روشنی رات کی تاریکی میں نہیں بدل سکتی، اسی طرح خدا تعالیٰ کے لئے شریک ماننے سے اس کی توحید میں فرق نہیں پڑ سکتا لیکن یہاں مشرکین کے شریک باری ماننے اور خلاف واقعہ اعتقاد رکھنے سے بحث نہیں، گفتگو اس بات میں ہے کہ اگر باری تعالیٰ کے لئے شریک فرض کر لیا جائے تو اس کی توحید میں فرق آئے گا یا نہیں؟

میں عرض کروں گا کہ ضرور فرق آئے گا، کیونکہ شریک باری محال ہے، اور فرض محال، محال کو مستلزم ہوتا ہے، جب کوئی شخص شریک باری کو فرض کرے گا تو اس کے قول پر (معاذ اللہ) توحید باری کا بطلان ضرور لازم آئے گا، مثلاً ہم کہیں کہ خدا ایک ہے، اگر بالفرض دوسرا خدا پایا جائے تو ایک کی بجائے دو خدا ہو جائیں گے، جو محال ہے، اور مستلزم محال یقیناً محال ہوتا ہے، لہذا دوسرے خدا کو پایا جانا محال ہے۔

خوب یاد رکھئے! جس چیز کے فرض کرنے سے کوئی محال لازم نہ آئے، وہ محال نہیں، اگر بقول مؤوّل شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں کچھ فرق نہ آئے تو شریک باری محال نہیں ہو سکتا، لہذا اگر کسی کے نزدیک شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں فرق نہیں آتا تو سمجھ لیجئے کہ وہ شریک باری کو ممکن سمجھتا ہے اور شریک باری کو ممکن سمجھنا خود شرک ہے۔

اس تقریر سے مؤوّل کی تاویل اور عبارت تحذیر دونوں کا بطلان واضح ہو گیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کی رو سے بعد زمانہ نبوی

ﷺ نبی کا پیدا ہونا محال ہے، اگر بالفرض یہ محال واقع ہوجائے تو خاتمیت محمدیہ میں ضرور فرق آئے گا، اور خاتمیت محمدیہ میں فرق آنا محال ہے، لہذا بعد زمانۂ نبوی کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے، اس کے برخلاف صاحب تحذیر کا یہ کہنا کہ :

''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بعد نبی پیدا ہونے کو جائز مانتا ہے جو تمام اُمت مسلمہ کے نزدیک محال اور باطل محض ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ شریک باری محال ہے، اسی طرح حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی پیدائش فرض کرنے سے حضور علیہ السلام کی خاتمیت میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

جو شخص شریک باری فرض کرنے کو توحید باری کے منافی نہیں سمجھتا، وہ توحید کا قائل نہیں، اور جو حضور ﷺ کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو حضور ﷺ کی خاتمیت کے خلاف نہیں جانتا وہ ختم نبوت کا معتقد نہیں، توحید باری اور ختم نبوت پر اسی شخص کا ایمان ہے جو شریک باری فرض کرنے کو توحید کے منافی جانتا ہے، اور حضور علیہ السلام کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو ختم نبوت کے خلاف مانتا ہے۔

اُمید ہے اس بیان کو پڑھ کر ان شاء اللہ آپ مطمئن ہوجائیں گے۔

والسلام فقیر احمد سعید کاظمی غفرلہٗ (ملتان)

(ماہنامہ السعید، ملتان، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۱ء)